OCTOBER 7, 1993

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو کہ قرآن میں آیا ہے لاتقنطوا

پیغامبر

MESSENGER

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH, ONTARIO. CANADA M1B 2Z8

REPRESENTATIVE

P. J. Nawabi,

Phone. 416-282-3893

پاکستان ایٹم بم نہیں بنائے گا، امریکہ کا اعتراف

بھارت مستقبل میں ایٹم بم بنائے گا، سینیٹر ولیم کوہن

ایف آئی اے اور امیگریشن کے گھپلوں کی تحقیقات کیلئے مشترکہ کمیٹی کی تشکیل

دھاندلیوں کے ذریعے اپنے حامی امیدواروں کو کامیاب کرانے کا الزام



ہمت بلند رکھو

ہمت سے کام لینے والے کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں

شہد میں تو شفا ہے، تو شہد کی مکھی میں بھی شفا ہے۔ اس مکھی کے متعلق بعض لوگ جانتے تو تھے کہ اس کے ڈنک سے جوڑوں کے درد وغیرہ جیسی امراض میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن یہ طریقہ علاج عام نہیں تھا۔ عام تو اب بھی نہیں ہوا لیکن اب ایسے آثار پیدا ہو گئے ہیں کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ علاج بھی عام ہو جائے گا۔ یہ آثار روس میں سامنے آئے ہیں۔ وہاں سائنسدانوں نے اس سلسلہ میں جو تجربے کیے ہیں وہ کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے خاص چھتے تیار کیے اور مکھیوں کو خاص طریق سے پالا اور انہیں ایسے رکھا کہ ضرورت کے مطابق انہیں جسم کے خاص حصوں پر رکھ کر استعمال کیا جا سکے۔ اس ڈنک یا مکھی کے ٹیکے سے بیمار شفا پانے لگے۔ چنانچہ اب یہ امکانات پیدا ہو گئے ہیں کہ مکھیاں خاص طور پر پالی جائیں گی اور ان کا ڈنک عام طور پر استعمال کیا جانے لگے گا۔ یہ مکھیاں ہسپتالوں میں رکھی جائیں گی اور ان سے علاج کیا جائے گا۔

ایک مریض کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ صاحب فراش تھا اور ایک ڈاکٹر کے زیر علاج۔ اسے کچھ افاقہ ہونے لگا تو ایک دن اس نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ بہتر تو ہے لیکن ابھی ٹھیک طرح چل پھر نہیں سکتا۔ یہ سن کر اسے ڈاکٹر نے جواب دیا "فکر نہ کرو، میں اپنا بل تمہیں جلدی پیش کر دوں گا"۔ اس ڈاکٹر نے تو بل کے زور پر مریض کو چلانے بلکہ دوڑانے کی سوچی لیکن چین میں ایک ایسے مریض کی مثال سامنے آئی ہے جو بل کے بغیر ہی چلنے بلکہ دوڑنے کے قابل ہو گیا۔ یہ شخص بجلی کا کام کرتا تھا کہ اچانک ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ اسے ہسپتال لے جایا گیا تو ڈاکٹروں نے یہ رائے قائم کی کہ اس کی ٹانگیں ایسے مفلوج ہو گئی ہیں کہ اب یہ ساری عمر چل پھر نہیں سکے گا۔

اس کا علاج جاری رہا اور ایک دن اسے ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اسے گھر بیٹھ رہنا چاہئے تھا اور مفلوج کی حیثیت سے زندگی گزارنی چاہئے تھی لیکن اس نے قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی مشق شروع کر دی اور ایک دن وہ واقعی پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ یہ کامیابی حاصل کر کے اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور وہ چلنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس میں بھی کامیاب ہو گیا۔ بات اس سے بھی ختم نہ ہوئی۔ اس کے پیش نظر اپنے شہر کی مقابلے کی دوڑ تھی۔ اس کی عمر بھی کم نہ تھی یعنی وہ ساٹھ سال کا ہو گیا تھا اور حادثے نے اسے معذور کر دیا تھا۔ وہ بہر حال ثابت قدم رہا اور بالآخر دوڑنے کے قابل ہو گیا۔ چنانچہ جب دوڑ کا مقابلہ ہوا تو اس میں اس نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ڈاکٹر یقیناً اس کا منہ دیکھتے رہ گئے ہوں گے۔ وہ اسے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو بھی دیکھتے ہوں گے کہ وہ سمجھے کیا تھے اور ہو کیا گیا۔

ایک فارسی شاعر نے شاید ایسی ہی مثال سامنے رکھ کر کہا ہو گا کہ

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار
از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

یعنی ہمت بلند رکھو اور دیکھو کہ ہمت سے کام لینے والے لوگ کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔

کیا آپ کو اعصابی تناؤ کا خطرہ لاحق ہے؟

جدید دنیا کی مصروفیات ایسی ہیں کہ ہم سب وقتاً فوقتاً اعصابی تناؤ کے شکار ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں تو ہم اس تناؤ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ درج ذیل بیانات کو بغور پڑھیں۔ اگر بیان کا جواب "ہاں" میں ہے تو خود کو ایک نمبر دیں۔ اگر اس کا جواب آتا ہے "کبھی نہیں" تو اس کے نمبر پانچ ہیں۔ اگر جواب "کبھی کبھار" ہے تو نمبر تین ہیں۔

۱۔ میں دن میں کم از کم ایک مرتبہ گرم اور غذائیت بخش کھانا کھاتی/کھاتا ہوں۔
۲۔ میں ہفتے میں کم از کم چار راتوں میں سات سے آٹھ گھنٹے سوتی/سوتا ہوں۔
۳۔ میں باقاعدہ اپنی محبت دوسروں کو دیتا/دیتی اور وصول کرتا/کرتی ہوں۔
۴۔ میری رہائش سے پچاس میل کے فاصلے کے اندر کم از کم ایک شخص ایسا ہے جس پر میں انحصار کر سکتا/کر سکتی ہوں۔
۵۔ میں ہفتے میں کم از کم دو بار ایسی ورزش کرتا/کرتی ہوں کہ مجھے پسینہ آ جاتا ہے۔
۶۔ میں دن میں دس سے کم سگریٹ پیتا/پیتی ہوں۔
۷۔ مجھے نشہ آور اشیاء استعمال کرنے کی عادت نہیں ہے۔
۸۔ میرا وزن میرے قد کے مطابق ہے۔
۹۔ میری آمدنی میرے اخراجات کے لئے کافی ہے۔
۱۰۔ میں اپنے مذہبی عقیدے سے قوت حاصل کرتی/کرتا ہوں۔
۱۱۔ میں تفریحی سرگرمیوں میں باقاعدہ شرکت کرتا/کرتی ہوں۔
۱۲۔ میرے دوستوں کا حلقہ وسیع ہے۔
۱۳۔ میرے ایک یا دو ایسے دوست ہیں جن سے میں ذاتی معاملات پر بات کر سکتا/کر سکتی ہوں۔
۱۴۔ جب میں پریشان یا غصے میں ہوں تو اپنے احساسات کھل کر ظاہر کرتا/کرتی ہوں۔
۱۵۔ میری صحت اچھی ہے (بینائی، قوت سماعت اور دانتوں سمیت)
۱۶۔ میں جن کے ساتھ رہتا/رہتی ہوں، ان سے میں گھریلو مسائل کے بارے میں باقاعدہ تبادلہ خیال کرتا/کرتی ہوں۔
۱۷۔ میں ہفتے میں کم از کم ایک بار پر لطف پروگرام بناتا/بناتی ہوں۔
۱۸۔ میں اپنے وقت کو موثر طریقے سے منظم کرتا/کرتی ہوں۔
۱۹۔ میں دن میں تین پیالی کافی (یا چائے یا کوک وغیرہ) سے زیادہ نہیں پیتا/پیتی۔
۲۰۔ میں دن کا کچھ وقت تنہائی میں پر سکون طور پر گزارتا/گزارتی ہوں۔

اب آپ اپنا اسکور جمع کریں۔ اس میں سے ۲۰ منفی کر دیں۔ اگر آپ کا اسکور ۳۰ سے اوپر ہے تو آپ پر اعصابی تناؤ کا حملہ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ اسکور ۵۰-۷۵ ہے تو آپ مستقل طور پر خطرے میں ہیں۔ آپ کو اپنے روز مرہ معمولات اور طرز زندگی میں فوری تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یہ امتحانی سوالات بوسٹن یونیورسٹی میڈیکل سنٹر کے سائیکولوجسٹ نے مرتب کئے ہیں۔

بوڑھا مرد

دادی اماں نے شوق میں آ کر بال کٹوا دیئے اور کنگھی سے انہیں سنوار دیا پھر اپنی پوتی کو بلا کر پوچھا "کیا اب بھی تمہاری دادی اماں بوڑھی لگتی ہے؟" "نہیں" پوتی نے جواب دیا۔ "بوڑھا مرد"۔

امریکی خلا نورد آرمسٹرانگ کے مسلمان ہونے کی تصدیق ہو گئی

جناب اسماعیل مصطفیٰ نے ان اطلاعات کی تصدیق کی ہے کہ چاند پر قدم رکھنے والے امریکی خلا نورد مسٹر نیل آرمسٹرانگ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ملائیشیا کے ناظم الامور نے بتایا کہ ان کے قبول اسلام کی خبر [illegible] اخبارات نے بھی شائع کی ہے [illegible] انہوں نے بتایا کہ ۱۹۶۹ء میں جب [illegible] انہوں نے اپنے خلائی شٹل میں ایک عجیب سی آواز سنی [illegible] یہ آواز "اذان" تھی [illegible] اسلام قبول کیا [illegible] پھیل گئی ہیں۔

پیغامبر
THE MESSENGER

جہاں بینی مِری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

پبلشر وایڈیٹر: سہیل اختر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اندرا جی! اپنے گھر کی خبر لو

بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی، وزیر خارجہ نرسمہاراؤ اور دیگر بھارتی سیاستدانوں کی پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت تمام بین الاقوامی اصولوں، روایات اور قانون کے منافی ہے۔ جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ بھارتی رہنماؤں کا یہ رویہ شدید نوعیت کے مضمرات اور خطرات کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اور قوم کو اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو جانا چاہیئے۔ بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کو اس بات کا احساس ہونا چاہیئے کہ سیاسی جماعتوں کی وابستگیوں سے بالاتر پاکستانی، ایک قوم ہیں۔ جو بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

ان دنوں دنیا بھر میں اقوام متحدہ کے چارٹر اور عالمی اخلاقی اصولوں کا احترام نہیں کیا جاتا۔ کیوچیا سے نکاراگوا تک، لبنان سے چاڈ تک، افغانستان سے انگولا تک یہ معمول بن گیا ہے کہ جو ملک اپنے آپ کو دوسرے ملک کے امور میں مداخلت کے قابل پاتا ہے، مداخلت کر گذرتا ہے۔ اسرائیل تو دوسرے ملکوں کے معاملات میں مداخلت کا برملا اقرار بھی کرتا ہے۔ لیکن بھارت تمام بین الاقوامی اصولوں اور تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔ اور اس مداخلت کو حق بجانب بھی قرار دیتا ہے۔ پاکستانی قوم اور حکومت پاکستان بھارتی رہنماؤں کے بیانات اور ان کے پس پردہ کار فرما مقاصد سے بے خبر نہیں۔ اور ہم ماضی کی تاریخ سے بھی واقف ہیں کہ بھارتی حکمرانوں کی مخصوص ذہنیت کن خطرات کی جانب اشارہ کر رہی ہے۔

اندرا گاندھی جو بڑی جمہوری سلطنت کی دعویدار ہیں، پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں۔ بھارت کی تاریخ ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کی داستانوں سے رنگین ہے۔ چند ماہ قبل آسام میں بنگالی مسلمانوں کے قتل عام نے پوری انسانیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ سری لنکا کے حالیہ سیاسی بحران میں بھارت کے تامل عوام کا مسئلہ تھا۔ لیکن سری لنکا کی صورت حال میں بھارتی حکمرانوں نے وہ رویہ اختیار نہیں کیا جو پاکستان کے معاملات میں پیش آیا ہے۔ افغانستان میں روسی جارحیت پر ساری دنیا نے صدائے احتجاج بلند کی لیکن بھارت نے ذاتی مصلحت کی عینک لگا کر خاموش رہنے کی حکمت عملی اپنائے رکھی۔ کیا جمہوریت علمبرداروں نے کبھی یہ کہا ہے کہ روس میں جمہوریت کیوں نہیں ہے۔

ہم بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کے یہ بات بھی گوش گذار کرنا چاہتے ہیں کہ سندھ میں معمولی سی گڑبڑ سے وہ اچانک انسانیت نواز بن بیٹھیں اور پاکستان کے اندرونی معاملات کو اپنے گھر کا معاملہ سمجھنے لگیں انہیں ہمارا مشورہ ہے کہ وہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے کی بجائے اپنے گھر کی خبر لیں۔

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

راجپوتانہ کے ملک میں ایک قدیم خود مختار ریاست سروہی کی ہے۔ راجپوتوں کا چوہان خاندان حکمران، دسیع لیکن زیادہ تر غیر آباد رقبہ قریب دو لاکھ کے آبادی، ۱۵ ضرب توپ کی سلامی ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء کو ہندوستان کی ایک غیر مسلم مشہور نیوز ایجنسی خبر دیتی ہے کہ مہاراج نے ۷۵ سال کی عمر میں کل ۲۲ جنوری کو وفات پائی اہلکاران ریاست چاہتے تھے کہ جلانے پھونکنے کے بجائے ہندو مذہب کے مطابق نعش کو سروہی لے جائیں لیکن متوفی کا وصیت نامہ نکل آیا اس میں یہ درج تھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور میری تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح ہو۔ نعش اسی بحث و گفتگو میں کل سے آج تک پڑی رہی اور آج دہلی میں بالآخر مسلمانوں ہی کے قبرستان میں دفن کی گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

واقعہ اپنی نوعیت میں بالکل انوکھا اور بے مثال نہیں ملتی جلتی صورتیں اور بھی پیش آتی رہتی ہیں مولانا تھانوی، مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند کے حوالہ سے روایت فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار خواب میں اپنے وطن کے ایک مہاجن ساہوکار کو جنت میں دیکھا حیرت ہوئی۔ خواب ہی میں میں نے اس سے پوچھا کہ تم ہندو تھے یہ تو جنت ہے تم یہاں کیسے؟ اس نے جواب دیا میاں صاحب آپ لوگوں کو پتہ نہ چلا میں نے اسلام قبول کر لیا تھا مسلمان ہو کر ہی جنت پہنچا ہوں۔ حکیم عبدالکریم خاں رہیم (اڈیٹر مشرق گورکھپور) روایت ایک عرب کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ ان کو جنت کا رُؤیا ہوا اور اسی میں انہوں نے ایک محل منشی نولکشور (ہندی، مالک مطبع نولکشور) کا دکھایا گیا، منشی جی اس وقت زندہ تھے عرب صاحب یہ خواب دیکھ کر ان کی زیارت کے مشتاق ہو گئے معتقد ہو کر ہندوستان (لکھنؤ) آئے منشی جی تھے تو مسلمان علماء و صالحین کے بڑے ہی معتقد و خدمت گزار اور اشاعت قرآن و علوم قرآن کے عاشق، کلام مجید وغیرہ کی طباعت کا کام صرف مسلمان پرہیز گاروں سے لیتے اور انہیں بھی باقاعدہ وضو کرا کر۔ عجب کیا جو در پردہ قبول اسلام کر کے مورد الطاف ہو چکے ہوں۔

مسلمان کی موت بھی کیسی قابل رشک موت ہوتی ہے! زندگی تو چیم مومن و کافر سب کی ایک موٹی ظاہری یکسانیت کے ساتھ کٹ جاتی ہے اور جو آنکھیں صرف سطحی نظر رکھتی ہیں انہیں دونوں زندگیوں کے درمیان کوئی خاص فرق ہی نظر نہیں آتا، لیکن مسلمان کی موت تو ایک نمایاں امتیاز رکھتی ہے کیسے خوش قسمت ہیں وہ انسان جو دنیا میں جس طرح بھی جیئے لیکن بہرحال رخصت ہوئے اللہ کے علم میں مسلمان ہی ہو کر ان کی روح اس کی شہادت دیتی ہوئی، ان کی زبان دمِ مُرگ اس کے نام کا کلمہ پڑھتی ہوئی!



شیطانِ نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کرتے ہیں، کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہے مگر دل کا چھپا چور آواز کی حلاوت، لہجے میں لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیے جا رہا ہے۔ قرآن اسی چور کو پکڑتا ہے۔

کرنیں

عالیہ اقبال ___

سوچتی ہوں حال آخر ماضی کیوں بن جاتا ہے؟ یہ سدا حال کیوں نہیں رہتا؟ کیسے پاگل کر دینے والے خیالات مجھے گھیرے رہتے ہیں۔ میں ماضی کو حال بنا کر زندہ رہنا چاہتی ہوں ...... مگر ماضی تو وہ خوش رنگ تتلی ہے جو لمحہ بھر کو اپنی جھلک دکھا کر ہمیشہ کے لئے دور جا نکلتی ہے۔ مجھ جیسی کمزور اور بے سہارا لڑکی تو اس تتلی کا تعاقب کرنے کا حوصلہ بھی اپنے اندر نہیں پاتی۔ بس میں سوچ تو سکتی ہوں، لیکن صرف سوچوں کے سہارے تو زندگی نہیں گزرتی۔

نزہت شریف ___

ہم انسانوں کو اپنے آئیڈیل کبھی نہیں ملا کرتے۔ اگر ملتے بھی ہیں تو بچھڑ جاتے ہیں۔ کوئی آپ کی زندگی میں آیا تھا یہ کبھی سوچیے گا بھی مت یوں سمجھیے کہ وہ تو راہ کا ایک پتھر تھا جو انجانے راستوں پر چلتے ہوئے آپ کے قدموں کے درمیان آ گیا تھا۔ یہ راستے کے پتھر تو ہوتے ہی بُرے ہیں، دوسروں کی راہ میں خواہ مخواہ رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ راستے کے پتھر پیچھے چھوڑ جانے پر ملال کیسا؟ لوگ تو راستے کے پتھر کو ٹھوکر مار کے سامنے سے ہٹا دیا کرتے ہیں۔

مسرت رشید ___

اس نے پھول پانے کی آرزو کی تھی جسے اپنے دامنِ زندگی کی زینت بنانا چاہا تھا اس نے حسرت کے پھولوں کی خوشبو اور عیش و عشرت کے چاندنی کا خواب دیکھا تھا لیکن اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ چاند آسمان کی بلندی پر مجھ سے اتنا دور ہے جہاں تک میری دسترس نہیں۔ اسے کیا علم تھا پھولوں کی نگہبانی میں کانٹے بھی ہیں۔ جو اس کی تمناؤں کی انگلیاں زخمی کر دیں گے۔

گلشن آراء ___

انسانوں کی بجائے اصولوں کو دل میں بساؤ کیونکہ اگر کوئی انسان بڑا اور عظیم بنتا ہے تو اصولوں کے ہی سہارے اس انسان سے وہ اصول بلند تر ہو جاتے ہیں۔ جو اسے عظمت بخشتے ہیں بس کبھی کسی انسان سے حد سے زیادہ لو لگانے کی بجائے خود کو اس مقصد کے لئے وقف کر دو جو ہمیں زندگی کا شعور اور انسانیت کا مقصد بتاتا ہے۔

نزہت فواد ___

بے اعتمادی سے کام کرنا اندھے کنوئیں میں گرنا ہے۔

انٹرویو

"میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں!"

صدر ضیاء

"عرب نیوز" کے خالد المعینا کو صدر ضیاء الحق کا انٹرویو



صدر ضیاء الحق

سوال: کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ آپ کچھ زیادہ ہی عرصے سے اقتدار میں ہیں خاص طور پر اس لئے کہ آپ نے تو صرف نوے دن کے لئے حکومت سنبھالنے کا اعلان کیا تھا؟

جواب: بنیادی بات یہ ہے کہ آغاز میں ہمارا پروگرام واقعتاً صرف نوے دن کے لئے اقتدار میں رہنے کا تھا. لیکن اگر آپ نے میری ۵ جولائی کی تقریر سنی ہو یا پڑھی ہو تو تسلیم کریں گے کہ ان نوے دنوں میں بھی نہ صرف اپنے وعدے کے مطابق ایک منتخب حکومت دیں گے بلکہ اسلامائزیشن کے سلسلے میں کام کا آغاز کر دیں گے. تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان نوے دنوں کے بعد حالات بدل گئے ہم انتخابات نہ کروا سکے. لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں انتخابات سے بھاگنا چاہتا تھا اور نہ یہ تھی کہ اپنی ذمہ داری سے بچنے کا خواہاں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نوے دن کے بعد اکتوبر ۱۹۷۹ء میں دونوں مرتبہ میں نے انتخابات اس لئے ملتوی کئے کہ سیاست دان ایسا چاہتے تھے. آپ دیکھتے ہیں کہ میں ان معنوں میں ایک سیاست دان ہوں کہ میں ایک حکومت چلا رہا ہوں. لیکن اپنے پیشے اور مزاج کے اعتبار سے میں سیاست دان نہیں تاہم میں سیاست دانوں کو الزام نہیں دیتا ان میں سے بہت سے افراد کا احترام کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ ہمارے سیاست دان یہ بات تسلیم کریں گے کہ اس ملک کی ضرورت کیا ہے. جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم نے سیاست میں سنجیدگی لانے کی کوشش کی ہے. ذمہ داری کو لانا چاہا ہے اور سیاست میں بھی کچھ اسلامی قدروں کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے. چنانچہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں صرف نوے دن کے لئے آیا تھا. اور مجھے چھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے. تاہم میرا خیال ہے کہ وقت آگیا ہے کہ میدان میں دوڑنے والے کھلاڑی کی تبدیلی ہو جائیں. البتہ بد قسمتی یہ ہے کہ جو کام ہم نے اپنے ذمے لیا ہے اسے پورا ہوتے دیکھنا بھی ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں. اگرچہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ہم اس کام کو تکمیل تک پہنچا کر چھوڑیں گے. تاہم یہ خواہش ضرور ہے کہ کام اپنے منطقی اختتام تک ضرور پہنچ جائے جہاں سے کوئی دوسرا اسے سنبھال سکے.

سوال: کیا آپ کا مقصد اسلامائزیشن کے پروگرام سے ہے؟

جواب: جی ہاں. میرے خیال میں اسلامائزیشن کا پروگرام حقیقی معنوں میں دوڑ کے مقابلے کی طرح ہے. میں اس مقابلے میں حصہ لینے والے کھلاڑیوں میں سے ایک ہوں. چنانچہ میں اس دوڑ کو راستے میں نہیں چھوڑ سکتا. مجھے اس قدر تیز ضرور بھاگنا ہوگا کہ مشعل کو اگلے کھلاڑی تک پہنچا سکوں چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں اگلے کھلاڑی کے انتظار میں ہوں.

سوال: کیا آپ کے خیال میں ۸ کروڑ عوام میں سے آپ کو ایک یا دو کھلاڑی بھی ایسے نظر نہیں آتے جنہیں آپ اپنی مشعل پکڑا سکیں؟

جواب: یقیناً ایسے لوگ ہوں گے بلکہ شاید مجھ سے بہتر ہوں گے. مگر سوال یہ ہے کہ انہیں کیسے تلاش کیا جائے. اب آپ کہیں گے کہ الیکشن کروایئے. میں آپ کی بات مانتا ہوں. لیکن الیکشن میں ایک خاص قسم کے لوگ سامنے لاتے ہیں. سیاسی استحکام کے سلسلے میں یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا ریکارڈ خاص اچھا نہیں. ۳۵ برس میں ہم نے صرف دو مرتبہ انتخابات کروائے اور ہمارے ہاں تین مارشل لاء حکومتیں آئیں اس کے علاوہ ایسی حکومتیں بھی معرض وجود میں آئیں جو صرف پانچ یا چھ ماہ تک چل سکیں آئین منسوخ کیا گیا. وغیرہ وغیرہ. تو ایسی ہے ہماری سیاسی تاریخ جس میں استحکام نہیں رہا. اور اب چھ برس بعد جبکہ ہم نے خاصا کام کر لیا ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ سیاسی استحکام کے لئے ہم کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے. جیسا کہ آپ نے خود بھی کہا ہم نے ایک نرم مارشل لاء چلایا. تاہم انتظامیہ اور حکومت کے بارے میں ہم نے بعض ادارے بنانے کی کوشش کی اس کے باوجود میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہم ملک کو متبادل قیادت فراہم نہیں کر سکے.

سوال: ایسا کیوں ہے؟

جواب: ہماری کچھ مجبوریاں ہیں. کچھ حدود ہیں جنہیں ہم پار نہیں کر سکتے سیاسی جماعتوں سے رابطے کی کمی ہے. ہم نے سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ذمہ دار نہیں ہیں. اور جب ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں سیاسی جماعتوں کی ضرورت ہے تو اس کے لئے وقت سازگار نہیں. چنانچہ ہم بعض افراد کو ملتے رہتے ہیں. تاہم ہم نے سیاسی جماعتوں کو بحال نہیں کیا. مجھے آپ کے سامنے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی جماعتوں کے بغیر بھی حکومت چلانے کا بہتر طریقہ ضرور ہوگا. ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں. لیکن میں نے قرآن کی باتیں سنی ہیں. اور ہمارے ہاں متعدد سکالر ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسلام سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد نہیں کرتا لیکن اس طرح میں نے اس بات کے حق میں بھی پُر زور دلائل سُنے ہیں کہ اسلام میں آج کے دور کی سیاسی جماعتوں کی طرح کسی سیاسی جماعت کا وجود نہیں. اور اسلامی ریاست میں صرف ایک جماعت ہوتی ہے جو ملک اور اسلام کی بہتری کے لئے کام کرتی ہے دوسرا کوئی شخص جو اس پروگرام سے اتفاق نہ رکھے اپنا اختلافی ووٹ دے سکتا ہے تاہم مختلف لوگوں کو مختلف منشور بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی. کیونکہ ریاست ایک ہے جس میں سبھی کو اسلام پر یقین رکھنا چاہیے نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کے بعد جدا جدا منشور رکھنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے چنانچہ آپ مختلف جماعتیں بنانے کی کیونکر اجازت دے سکتے ہیں. اسلامی ریاست میں اپوزیشن کی گنجائش کیسے پیدا کی جا سکتی ہے.

ہم سیاست میں سنجیدگی لانے کی کوشش کر رہے ہیں

سوال: لیکن تمام سیاسی جماعتیں جو یہاں موجود ہیں وہ اسلامی نظریے کے فریم ورک میں کام کرتی ہیں؟

جواب: جی ہاں وہ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں لیکن ان کا عمل جدا ہے. اگر ہم سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت دیں تو آپ کو ان کے دو واضح گروپ نظر آئیں گے. پہلا گروپ ان جماعتوں کا ہے جن کی بنیاد اسلامی ہے جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان جماعت اسلامی اور مسلم لیگ. یہ تمام جماعتیں اسلام پسند ہیں.

دوسرے گروپ میں پیپلز پارٹی سیکولر، تحریک استقلال سیکولر، پاکستان جمہوری پارٹی بھی خود کو سیکولر کہتی ہے. گویا دو گروپ ہوں گے ایک سیکولر دوسرا اسلامی اور ان میں تنازعہ یقینی ہے.

سوال: جناب صدر! آپ کے سیاسی عزائم کیا ہیں؟ یقیناً آپ کا کوئی نہ کوئی منصوبہ ضرور ہوگا.

جواب: میرے سیاسی عزائم نہیں ہیں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ سچ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ کل کلاں میں حکومت چھوڑ دوں گا اور رخصت ہو جاؤں گا. جی نہیں. میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ جس پروگرام کا آغاز کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہیے. اور اگر خدا نے مجھے زندگی دی تو میں ایک ایسی روایت چھوڑ کر جاؤں گا کہ مارشل لاء کے بعد ہمارے پاس ایسے منتخب لوگ ہوں گے جو اسلام اور پاکستان سے محبت رکھتے ہیں. اور جو اس ملک اور اس ملک کے عوام کی خدمت کریں.

سوال: کہا جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی آپ کی حکومت کے لئے خطرہ ہے. کیا آپ کا جواب نفی میں ہے؟

جواب: جی ہاں! پیپلز پارٹی سے موجودہ حکومت کو کوئی خطرہ نہیں. شبہ کہ یہی وہ منتخب جماعت تھی جس نے ۱۹۷۲ء اور سے ۱۹۷۷ء تک اس ملک میں ایک منتخب جمہوری حکومت چلائی. یہ میں نہیں تھا بلکہ اس ملک کے عوام تھے جنہوں نے اس حکومت کے خلاف آواز بلند کی. یہ پاکستانی عوام تھے جنہوں نے اس حکومت کے خلاف آواز بلند کی یہ پاکستانی عوام تھے جنہوں نے مجھے یہ کام کرنے پر مجبور کیا اور ہم نے اس حکومت کو ایک طرف پھینک دیا اور ملک کا انتظام سنبھالا چنانچہ اگر اس ملک میں پیپلز پارٹی سے تو وہ حکومت کے لئے کوئی خطرہ نہیں البتہ پیپلز پارٹی کو اس ملک کے عوام سے خطرہ ضرور ہے.

سوال: کیا پیپلز پارٹی کے ارکان کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے گی؟

جواب: ہمارے سامنے دو راستے ہیں اوّل یہ کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں دوسرا یہ کہ غیر جماعتی بنیادوں پر ہوں. اگر انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوتے ہیں تو صرف ان جماعتوں کو حصہ لینے کی اجازت دی جائے گی جنہوں نے ۱۹۷۹ء میں رجسٹریشن کروائی تھی. البتہ اگر انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے تو ہر وہ شخص جو انفرادی طور پر اچھے ریکارڈ کا حامل ہو اس میں حصہ لے سکے گا. اور برے ریکارڈ کا حامل خواہ وہ پیپلز پارٹی سے ہو یا کسی دوسری جماعت سے اسے انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہوگی.

سوال: دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ اسلامی نظریے پر یقین نہیں رکھتے انہیں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہوگی؟

جواب: ہاں وہ جو نظریہ پر یقین نہیں رکھتے یا جن کے اعمال کے باعث ملک خانہ جنگی تک پہنچ گیا وہ اپنے کئے سے بھاگ نہیں سکیں گے. انہیں بہرحال حساب دینا ہوگا.

سوال: بعض لوگوں کے بیانات کو بھی حکومت سے متعلق قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے بیانات.

جواب: ڈاکٹر اسرار آج کل ایک متنازعہ شخصیت ہیں. تاہم میں انہیں ایک اسلامی اسکالر کی حیثیت سے گذشتہ پندرہ برس سے جانتا ہوں. بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ قرآنی سکالر کی حیثیت سے وہ ہر حصہ کی صحیح تفسیر اور قرآن کے مطالب بیان کرتے ہیں. لاہور اور کراچی میں بعض اوقات میں ان کے درس میں شامل ہوتا بس میری ڈاکٹر اسرار سے اتنی ہی واقفیت تھی. جب ہم نے اسلامائزیشن کا پروگرام شروع کیا تو ہمیں ایسے افراد کی ضرورت تھی چنانچہ ہم نے ڈاکٹر اسرار کو منتخب کیا اور انہیں ٹیلی ویژن پر پیش کیا گیا. جہاں انہوں نے قرآن حکیم کی تفسیر بہت واضح انداز میں جاری کی. اس حد تک ان کا پروگرام غیر متنازعہ تھا لیکن جب ڈاکٹر اسرار تھے جب ٹیلی ویژن سے باہر آئے تو لاہور میں کھڑے ہو کر انہوں نے مجھ سے کرکٹ پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا. اسی طرح کراچی میں انہوں نے کہا کہ خواتین کی ٹیلیویژن پر پابندی عائد کی جائے چنانچہ آج کل وہ ایک متنازعہ شخصیت ہیں اور ان کی باتوں کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لینا چاہیئے. میں ڈاکٹر اسرار کی عزت کرتا ہوں تو صرف اس لئے کہ وہ قرآن حکیم کے سکالر ہیں. ان کی متنازعہ باتوں کا علم ہمیں بعد میں ہوا چنانچہ آج کل ہم انہیں یا ان کی باتوں کو سامنے نہیں لاتے.

سوال: میرا خیال ہے کہ کرکٹ پر پابندی کا مطالبہ ڈاکٹر اسرار احمد کے بڑے مطالبات سے کہیں زیادہ اور [illegible]

جواب: ہاں اور [illegible] سب کچھ میرے سامنے [illegible] اس بار حصہ [illegible] جمعہ کا روز تھا [illegible] مسجد میں نماز [illegible] موجود تھے [illegible] میں ہم رہا [illegible] آدمیوں کی موجودگی [illegible] اور کہا جناب صدر [illegible] سے کچھ کہہ سکتا ہوں [illegible] کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے [illegible] انہوں نے بولنا شروع کیا. اور [illegible] اور مسلمان [illegible] آپ کی موجودگی میں صدر پاکستان سے ایک درخواست کرتا ہوں [illegible] کا کام ہے جس پر وہ ملک میں فوری طور پر حکم جاری کر سکتے ہیں [illegible] جذباتی ہو گیا [illegible] ڈاکٹر اسرار نے کہا جناب صدر [illegible] کر سکتا ہوں کہ آپ پاکستان میں کرکٹ پر [illegible] لگا دیں کیونکہ جن دنوں میں میچ ہوتا ہے [illegible] پانچ دن تک رہتا کام [illegible] جاتے ہیں حتیٰ کہ نماز تک نہیں پڑھتے سو کرکٹ پر پابندی کا حکم صادر کریں. جب ان کی بات [illegible] رہا اور پھر خاموشی سے [illegible] چلا گیا.

سوال: پریس کے [illegible] کہ آپ کے دور حکومت میں [illegible] حاصل ہے کس حد تک [illegible] پاکستان کے صحافی [illegible] ہیں؟

جواب: وہ بھی ٹھیک کہتے [illegible] بھی ٹھیک کہتا ہوں کیونکہ صحافیوں میں سے بعض حضرات ذمہ داری کے احساس کے بغیر [illegible] صحافت مانگتے ہیں. جبکہ میں ذمہ داری کے احساس کے ساتھ آزادی صحافت کو لازم و ملزوم سمجھتا ہوں. میرے اور ان کے خیالات میں فرق ہے. تاہم مجموعی طور پر اخبارات پر زیادہ کڑی پابندیاں عائد نہیں ہیں. میں سمجھتا ہوں کہ آج آپ اسلام آباد سے شائع ہونے والے روزنامہ مسلم کو دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہم اخبارات سے کچھ زیادہ پابندیوں کی توقع نہیں رکھتے.

سوال: جب سے آپ حکومت میں آئے ہیں. اسلامائزیشن آپ کا بنیادی مقصد رہا ہے میرے خیال میں اسلامائزیشن کے عمل کے لئے رشوت پر کنٹرول پانا ضروری ہے. کیا آپ نے اس ضمن میں کچھ کامیابی حاصل کی؟

جواب: جی نہیں. سچی بات یہ ہے کہ کامیاب نہیں ہو سکا. تاہم [illegible] ضرور کہوں گا کہ رشوت صرف پاکستان ہی کا مسئلہ نہیں یہ ایک بین الاقوامی مرض ہے. ہم فرشتے نہیں. تاہم ہماری حکومت نے چند اقدامات ضرور کئے ہیں. اور میں اپنا اندازہ ہی سے یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ ہم نے رزق حلال کے لئے کوشش کی ہے تاہم اس وقت مجھے اعتراف کرنا چاہیئے کہ رشوت کو جڑ سے نہیں اکھاڑ سکے. اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نے تھوڑی بہت کوشش ضرور کی ہے.

حق کا پرستار کبھی ذلیل نہیں ہوتا چاہے سارا زمانہ اس کے خلاف ہو جائے. باطل کا پیروکار کبھی عزت نہیں پاتا چاہے چاند اس کی پیشانی پر نکل آئے.

خصوصی رپورٹ

احمد کمال

ہم کہاں کھڑے ہیں؟



یہ جی ایم سید کا ضلع دادو ہے جہاں سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلے پر قصبہ خیرپور ناتھن شاہ واقع ہے۔ ابھی چند ہی روز پہلے صدر ضیاء الحق یہاں کا دورہ کر کے گئے ہیں۔ اور بعض غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہاں ان کے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کی گئی ہے۔ ایک اور افواہ یہ گرم ہے کہ ان کی گاڑی پر بھی فائر ہوا ہے جس کے نتیجے میں ان کا ایک محافظ شدید زخمی ہوا ہے۔

ڈویژنل کمشنر حیدرآباد کو صبح تقریباً نو بجے دادو سے فون موصول ہوتا ہے کہ آتشیں اسلحہ سے مسلح افراد پر مشتمل کچھ بسیں خیرپور ناتھن شاہ کی طرف روانہ ہوئی ہیں۔ ان افراد کے ارادے نیک نظر نہیں آتے اور علاقے میں موجود پولیس کی نفری ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔

ضلعی انتظامیہ مارشل لاء حکام سے مدد کی طالب ہے چنانچہ پولیس کی مدد کے لئے فوجی جوانوں پر مشتمل ایک دستہ علاقے کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ وردی پوش دادو سے خیرپور آنے والی سڑک کے ایک مقام پر ناکہ بندی کر لیتے ہیں۔

تقریباً دس بجے سڑک پر دو بسیں نمودار ہوتی ہیں جن سے ہونے والی ہوائی فائرنگ دور ہی سے سنائی دے رہی ہے۔ جوں جوں بسیں قریب آ رہی ہیں شور و غوغا میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک بس سے "سندھو دیش" کے نعرے لگ رہے ہیں۔ دوسری جانب سے میگا فون پر بسوں میں سوار افراد کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ سڑک پر لگائی گئی لکیر عبور نہ کریں اور خاموشی سے واپس پلٹ جائیں۔ بسیں متعلقہ حد بندی کے قریب آ کر رکتی ہیں

اور پھر رائفلوں کی نالوں سے باقاعدہ فائر کا آغاز ہوتا ہے۔

پہلی ہی باڑھ میں چند افراد زمین پر گرتے ہیں اور جنون میں مبتلا مشتعل ہجوم کی اکثریت یکدم جیسے ششدر رہ جاتی ہے۔ گومگو کی کیفیت میں مبتلا ان لوگوں کو چند افراد پھر گرج دار نعرے لگا کر آگے بڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہجوم ایک مرتبہ پھر دیوانہ وار آگے بڑھتا ہے۔ دوسری جانب سے رائفلوں کی دوسری باڑھ ماری جاتی ہے۔ چند افراد پھر اپنے ہی لہو میں نہائے ہوئے زمین پر گرتے ہیں۔

اس مرتبہ ہجوم کا رخ پیچھے کی طرف ہے۔ جنون رخصت ہو چکا ہے اور جس کا جدھر منہ اٹھ رہا ہے بھاگ رہا ہے۔ بھاگنے والوں میں سب سے آگے وہ "گینگ لیڈرز" ہیں جن کی رہنمائی میں یہ لوگ اس مقام تک آ پہنچے تھے۔ بسوں کے اردگرد تقریباً ستر افراد زمین پر زخمی پڑے تڑپ رہے ہیں۔ فوج اور پولیس کے جوان ان بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے کی بجائے زخمیوں کو

سیاسی کارکن تخریب کاری میں ملوث کبھی نہیں ہو سکتا!

اٹھا اٹھا کر لاریوں اور جیپوں میں ڈال رہے ہیں۔ ان زخمیوں کو فوری طور پر مقامی ہسپتال میں لایا جاتا ہے۔ جہاں ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود پانچ افراد جان ہار دیتے ہیں۔

اسی شام غلام مصطفیٰ جتوئی کے ضلع نواب شاہ کے بوچھیری ریلوے سٹیشن سے گزرنے والی ایک مال گاڑی پر سیکشن کے اردگرد چھپے ہوئے دیہاتیوں سے فائرنگ کی جاتی ہے

تربیت یافتہ لڑاکوں
اور
مشتعل ہجوم
کے اندازِ جنگ میں
کیا فرق ہوتا ہے؟

اور ان میں سے وحشت اثر نعرے لگاتے ہوئے مسلح افراد اترتے ہیں۔ یہ لوگ بسوں کی آڑ لے کر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد پر فائرنگ شروع کر دیتے ہیں لیکن ان کا دم خم زیادہ دیر برقرار نہیں رہتا۔ جلد ہی یہ لوگ فوج اور پولیس کے گھیرے میں آ کر ہتھیار پھینکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب فضا میں صرف گالیوں کا شور رہ جاتا ہے۔

دفعتاً دور سڑک پر چند بسیں اور نمودار ہوتی ہیں۔ فائروں اور نعروں کا شور ایک مرتبہ پھر بلند ہو رہا ہے۔ گھیرے میں آ جانے والے افراد میں بھی جیسے یکایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور اب وہ ایک مرتبہ پھر دھینگا مشتی پر اتر آئے ہیں۔ یکے بعد دیگرے جو بسیں جائے وقوعہ پر آ کے رکتی ہیں جن کے دروازوں اور کھڑکیوں سے لوگ دیوانہ وار چیختے ہوئے اتر رہے ہیں۔ لاٹھیوں، چاقو چھریوں اور کلہاڑیوں کے علاوہ پستولوں اور رائفلوں سے مسلح ان افراد کا حملہ بڑا شدید ہے۔

وردی پوش اچانک ہی اب خود گھیرے میں آ چکے ہیں لیکن بپھرے ہوئے مشتعل لوگوں کے غیر منظم ہجوم کے حملے اور تربیت یافتہ لڑاکوں کے انداز جنگ میں جو فرق ہو سکتا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ تربیت یافتہ لوگ کے ذرا سی جدوجہد کے بعد ہی پوزیشن سنبھالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں

گولیاں انجن کے شیشے توڑتی ہوئی ڈرائیور کے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ گاڑی رک جاتی ہے اور سیکورٹی کا عملہ اندھیرے میں چھپے ہوئے حملہ آوروں پر جوابی فائر کھول دیتا ہے۔ جس کی تاب نہ لا کر حملہ آور اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مال گاڑی کے زخمی ڈرائیور کو نواب شاہ ہسپتال میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

یہ ان واقعات کی ایک جھلک ہے جو آج کل سندھ کے تین اضلاع نواب شاہ، دادو اور لاڑکانہ میں بحالی جمہوریت کے سلسلے میں چلائی جانے والی تحریک کا حصہ بن چکے ہیں۔

مندرجہ بالا دو واقعات ہم نے محض اس لئے درج کئے ہیں کہ اپنی شدت اور حدت کے علاوہ قوت کے بھرپور اظہار کے سلسلے میں بھی ان سے صرف نظر کرنا ممکن نہ تھا گویا ایم آر ڈی میں شامل جماعتوں کی جانب سے صدر ضیاء الحق کے اس چیلنج کا جواب تھا جو انہوں نے سکھر آرائی تورڑ جیوڑ اور شورش کے الاؤ میں دہکتے ہوئے سندھ کا دورہ کر کے ایم آر ڈی والوں کو دیا تھا۔

کسی کے نزدیک یہ واقعات چاہے فخر کا ہوں یا افسوس ناک، ہمارے لئے ان واقعات میں دکھ اور رنج کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی کے نزدیک یہ واقعات کامیابی کی منزل کا زینہ ہوں یا کسی سکھائی ان کی اہمیت تخریب کاروں کو "سبق سکھانے" کی ہو۔ ہمارے نزدیک ان واقعات کی یہی اہمیت ہے کہ جو لہو بہا وہ پاکستان کا تھا، پاکستان کی امانت تھا لیکن افسوس کہ اس لہو کی ساری توانائی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر کے رائیگاں کر دیا گیا۔

جھگڑا کرسی کا ہے مگر اس جھگڑے کی آگ کا ایندھن وہ لوگ بن رہے ہیں جنہیں کرسی تو کیا کرسی والوں کے قدموں میں بیٹھنے کی جگہ بھی مشکل ہی سے ملتی ہے۔ کرسی سے محروم لوگ ان واقعات کو جمہوریت کی راہ میں دی جانے والی عظیم قربانیوں سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ کرسی والے ان واقعات کو قانون سے کھیلنے کی سزا قرار دے کر خود کو

چلانے لگتی ہے جس پر بھی ہو اور یہ سب کچھ اس کرسی کے لئے ہوتا ہے جو کسی کے ساتھ بھی وفادار نہیں۔

لیاقت علی خان سے لے کر ذوالفقار علی بھٹو تک کیسے کیسے لوگ نہ تھے! جو کرسی اقتدار پر فائز نہ رہے ہوں۔ ان میں سے ہر ایک اس بے ثبات کرسی کو "مضبوط کرسی" سمجھتا رہا لیکن یہ کرسی کسی کی بھی وفادار نہ رہ سکی

کاش یہ مسابقت اور محاذ آرائی پاکستان کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں رہی ہوتی لیکن آج پاکستان کے قیام کے ۳۶ سال بعد بھی جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں پاکستان کی تاریخ صاحبانِ اقتدار اور محروم اقتدار لوگوں کی باہمی پنجہ آزمائی سے عبارت نظر آتی ہے۔ پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لئے اول تو کسی کو وقت ملا ہی نہیں اور اگر ملا یا کسی نے اس سلسلے میں کوئی مثبت پیش رفت کی بھی تو۔ پانچ دس سال سے زیادہ ہم اس کا تسلسل خود کو ثابت نہ کر سکے اور جو پایا۔ اسے چند سال بعد خود ہی آگ لگانا شروع کر دی!

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ہم اس ایٹمی دور میں جینے کے باوجود بھی آخر خود اپنے وجود کے اتنے دشمن کیوں ہیں؟ ہم کیوں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں دوسری اقوام عالم کی طرح اپنے وطن کی تعمیر و ترقی کے لئے صرف نہیں کرتے؟

ہم میں سے کتنے ایسے ہیں! جو ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ان سوالات پر غور کرنا پسند کرتے ہوں گے؟

اب کیا ہوگا؟

یہ سوال بے شمار ذہنوں میں ہے! اور اس کا جواب بھی کوئی ایسا مشکل کام نہیں! ہم میں سے بیشتر جانتے ہیں کہ وہی ہوگا، جو ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ اگر کچھ "نہیں ہوگا" تو وہ "پرامن انتقالِ اقتدار" ہے! جس سے گویا ہمیں ازلی و ابدی دشمنی ہے۔

سیاسی عمل کی بحالی کیلئے ۱۹۸۵ء کا انتظار ضروری نہیں!

ملتوی کر دیتے ہیں لیکن آگ لگانے والے اس کا ایندھن بننے والے، یا آگ کو بھڑکنے سے بچانے والوں میں سے کسی کو بھی یہ سوچنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ ہر پانچ دس سال بعد کرسی کے لئے اس قسم کے ڈرامے رچانے سے ۲۵ سب کا مشترکہ وطن پاکستان موجودہ ادوار کے سفر میں دوسری قوموں کے مقابل کتنا پیچھے چلا جاتا ہے

اس قوم کی انتہائی بدنصیبی یہ نہیں ہے کہ اس کو جمہوریت حاصل نہیں یا اس پہ مارشل لاء نافذ ہے، بلکہ اس کی اصل بدنصیبی یہ ہے کہ جب بھی پانچ دس سال کی کسی کی کوششوں کے بعد اسے اقتصادی، دفاعی، بیرونی یا داخلی استحکام نصیب ہونے لگتا ہے تو یہ خود ہی اس استحکام کی دشمن ہو جاتی ہے، اور اس شاخ پر کلہاڑا

کیا ہم اپنے وجود کے دشمن ہیں

دوسری اقوام ہم پر ہنستی ہیں کہ پاکستان کے اقتدار کا فیصلہ پاکستان کی سڑکیں کرتی ہیں! گویا پاکستان کی سڑکیں پاکستان میں بسنے والے جیتے جاگتے انسانوں سے زیادہ شعور اور قوت کی مالک ہیں!

ہم میں تو اتنا بھی شعور نہیں کہ ہم اپنے دوستوں اور دشمنوں ہی میں تمیز کر سکیں! یہی فیصلہ کر سکیں کہ آخر بی بی سی اور دوسرے مغربی ذرائع ابلاغ کے پیٹ میں مروڑ اسی وقت کیوں اٹھتا ہے، جب ہمارا اپنا گھر ہمارے اپنے ہاتھوں جل رہا ہو مسز اندرا گاندھی کو ہم میں سے کچھ کے ساتھ اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کی ضرورت اسی وقت کیوں پیش آتی ہے جب ہمارے ہاتھوں میں موجود تلواروں کی نوکیں خود ہماری اپنی گردنوں پر ہوں! ہم "بلا شبہ" کے شکار ہوتے ہوئے آخر یہ سوچنے کی زحمت گوارا کیوں نہیں کرتے کہ اس "بلا شبہ" کا مقصد کیا ہے؟ اور یہ کس کی جانب سے کس کے لئے ہے؟

ہمارے لئے سوچنے کی باتیں اور بھی بہت سی ہیں!

خلا — کیا جیلیں توڑ کر، بینک لوٹ کر، ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ کر، آتشزنی اور لوٹ مار کر کے، انسانی جانوں کا بے دریغ ضیاع کر کے کیا ہم جمہوریت بحال کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو آخر کتنے دن کے لئے؟

یا یہ کہ قید خانے بھر کر، کوڑے مار کر یا کچھ لوگوں کو خاک و خون میں نہلا کر ہم اپنے اقتدار کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کتنے دن تک؟

آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں وہاں فوری نوعیت کے اقدامات کی ضرورت ہے جو حکومت اور اس کے مخالفین کو کرنے ہیں، حکومت کے لئے ضروری ہے کہ تخریب کار عناصر اور سیاسی کارکنوں میں امتیاز کرے۔ دونوں کے مقاصد اور طریقۂ کار میں فرق کو بھی ملحوظ رکھے سب کو ایک ہی ڈنڈے سے نہیں ہانکنا چاہئے اپنی قوت کو سیاسی تحریکات کے دبانے میں برباد نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس وقت کو سیاسی عمل کی جلد از جلد ملک میں بحالی کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ اگر کسی سیاسی الائحہ عمل پر عملدرآمد کا ارادہ ہو تو پھر اسی کی تکمیل کے لئے ۱۹۸۵ء کا انتظار کوئی ضروری نہیں ہے اس عمل کو ذرا تیز کر کے ۱۹۸۴ء میں بھی مکمل کیا جا سکتا ہے۔

دوسری جانب سیاسی عمل کی بحالی کے خواہاں والوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ ان کی صفوں میں کیا ایسے عناصر تو موجود نہیں جو ملک میں سیاسی عمل کی بحالی کی آڑ میں کسی اور ہی مشن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں ہوں، تخریب کاری اور لاقانونیت سیاسی عمل پر یقین رکھنے والوں کا "کارنامہ" نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے تو کچھ اور ہی قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر دونوں فریق خلوص نیت کے ساتھ مل بیٹھیں اور "پرامن انتقال اقتدار" کی کوئی ایسی صورت نکال سکیں جو ہمیشہ جاری و ساری رہ سکے تو یہ پاکستان کی آنے والی نسلوں پر ان کا سب سے بڑا احسان ہوگا۔

حکومت اور سیاستدانوں کو فوری طور پر کیا کرنا ہے؟

پہاڑ سے گرے ہوئے انسان کے کھڑے ہونے کا امکان ہے لیکن نگاہوں سے گرا ہوا انسان کبھی کھڑا نہیں ہوا۔

خواتین

ترتیب : رفعت جوید

خواتین کی فوجی تربیت

عفیفہ ممدوٹ، رعنا لیاقت علی
بیگم یوسف ہارون اور نصرت بھٹو
نے فوجی تربیت حاصل کی...!

یہ دسمبر ۱۹۴۷ء کی بات ہے، قوم کو آزادی حاصل کیے صرف پانچ ماہ گزرے تھے جذبے بلند اور امنگیں جوان تھیں۔

ہم لوگ سارا دن کراچی کے گورنر جنرل ہاؤس میں سرحد پار سے آنے والے مہاجروں کے لئے کپڑے سیا کرتے۔ سلائی کی کئی درجن مشینیں گورنر ہاؤس کے ڈائننگ ہال میں رکھ دی گئی تھیں، یہ مشینیں ایم اے اصفہانی اور دوسرے لوگوں نے فراہم کی تھیں۔ اس سارے عمل میں ہارون خاندان کے علاوہ بیگم ہدایت اللہ اور محترمہ رعنا لیاقت علی سرگرم تھیں، مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح بھی دلچسپی لیا کرتیں، اگرچہ ان کی بعض زیادہ اہم مصروفیات بھی تھیں... سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنے جلیل القدر بھائی کی نگہداشت کرنا ہوتی جو جدوجہد کے تھکا دینے والے ایک عشرے کے بعد نڈھال ہو چکے تھے۔

گورنر جنرل ہاؤس کے ایک انگریز ملازم مسٹر رینچ (MR. RINTCH) کی بیگم مسز رینچ ان سارے کام کی نگرانی کیا کرتیں۔ ملوں کے مالک اور خوشحال لوگ کپڑا بھجوایا کرتے اور سلائی مشینیں حرکت میں رہتیں۔ مہاجرین کی بہبود اور دوسری قومی سرگرمیوں میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے یہ خواتین ہفتے میں ایک دن قائد اعظم کے ڈرائنگ روم اور ایک بار وزیر اعظم لیاقت علی خاں شہید کے ہاں جمع ہوتیں۔

ایک بار قائد اعظم خود ان خواتین کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ وہ کروڑ تارے ہماری آزادی کا جھل جواب کراچی کی فضاؤں میں آسودہ خواب ہے۔ کشمیر سے تشویشناک خبریں آ رہی تھیں۔ انہی دنوں قائد اعظم کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ملک کے دفاع میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے خواتین کو بھی فوجی تربیت حاصل کرنی چاہیے۔ فوراً ہی ایک ضابطہ جاری کر دیا گیا۔ اور وہ عورتیں جو کل تک سلائی کی مشینوں سے چمٹی رہتی تھیں ان کے

> عورتیں
> جو کل تک سلائی کی مشینوں
> سے چمٹی رہتی تھیں ان کے ہاتھ
> اب رائفلوں پر تھے

ہاتھ اب رائفلوں پر تھے۔ کراچی شہر کے باہر ملیر کے علاقے میں پریڈ اور چاند ماری ہوتی۔ انسٹرکٹر فیض الرسول اور کرنل مختار احمد جو بعد میں بریگیڈیئر بنے اور متعدد کتابوں کے مصنف اور جنرل ایوب خان کے علاوہ جو بعد میں فیلڈ مارشل کہلائے کرنل شاہد حامد بھی ایک بار معائنے کے لئے آئے تھے۔ شاہد حامد کچھ عرصہ بعد میجر جنرل اور پھر وزیر اطلاعات ہوئے۔

تربیت حاصل کرنے والی خاتون میں نوجوان سال نصرت اصفہانی (بعد میں نصرت بھٹو) اور ان کی بہن بہجت اصفہانی (بعد میں بہجت ہریری) بھی شامل تھیں۔ اس وقت کی بحریہ کے سربراہ کی اہلیہ رضیہ نذیر احمد، عفیفہ ممدوٹ (اب صدر پاکستان کی مشیر) ان کی بہن رضیہ ممدوٹ (بیگم مخدوم زادہ حسن محمود) محمود ہارون کی ہمشیرہ زینت ہارون اور بیگم یوسف ہارون تربیت حاصل کرنے والوں

> انہی دنوں قائد اعظم کے ذہن
> میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ملک کے
> دفاع میں اپنا کردار ادا کرنے
> کیلئے خواتین کو بھی فوجی تربیت
> حاصل کرنی چاہیے



بیگم نصرت بھٹو، عصمت اعوان اور دوسری خواتین — پریڈ کے دوران

میں شامل تھیں۔ رعنا لیاقت علی ہماری کمانڈر مقرر کی گئیں۔ مجھے یاد ہے کہ بیگم امینہ اصغر خان بھی تربیت حاصل کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن انکی طبیعت ناساز ہو گئی اور انہیں آپریشن کے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ اس طرح وہ اپنے تمام تر جوش و جذبے کے باوجود دوسروں کے ساتھ شامل نہ ہو سکیں... اور ہاں ایک اور خاتون بھی تو تھیں عصمت اعوان (بعد میں

ان کے میاں لیفٹیننٹ جنرل بنے اور اب آسٹریلیا میں پاکستان کے سفیر ہیں۔

چھ ماہ کی تربیت کے بعد پاسنگ آؤٹ پریڈ کا دن آیا۔ میجر جنرل اکبر خان نے پریڈ کی سلامی لی، وزیر اعظم لیاقت علی خاں مہمان خصوصی تھے۔

شاید مادر ملت بھی تھیں جنہوں نے ان خواتین کی سفید وردیوں کے لئے اپنی جیب سے عطیہ دیا تھا۔ پریڈ کی کمانڈر بیگم یوسف ہارون تھیں اور جیسا کہ تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک شان سے پریڈ کی قیادت کی۔

ملیر میں جہاں یہ خواتین تربیت کے مراحل سے گزر رہی تھیں، عوامی محبت اور توقیر کے بہت مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ عام لوگ ان کے لئے گھروں سے کھانا اور پھل لے کر آتے کہ عورتیں ایک جہاد میں شامل تھیں۔ فوجی افسران کے ساتھ گھل مل گئے اور گھروں میں ان کی دعوتیں کیا کرتے، کبھی کبھی تو گورنر ہاؤس سے بھی کھانا آتا۔ کھوکھرا پار کی سرحد سے داخل ہونے والے مہاجرین اور سمندری جہازوں کے ذریعے کراچی پہنچنے والے مہاجرین کی عورتوں کی خدمت کا فریضہ بھی انہی خواتین کے سپرد تھا۔ فوجی تربیت کے دوران انہوں نے مستند ڈاکٹروں سے بھی امداد کی تربیت پائی تھی چنانچہ وہ بڑی مہارت



عفیفہ ممدوٹ

> ## کاش جذبوں کی وہ رفعت پھر لوٹ آئے

اور چابکدستی سے بے حال عورتوں کو سنبھالتیں۔ کھوکھرا پار کی سرحد کے ساتھ تو ایسے کیمپ بھی بنا دیئے گئے تھے، جہاں سفر کی صعوبتوں سے نڈھال ایسی خواتین کی مدد کی جاتی جو نئے انسانوں کے تخلیق ہونے والے وجود کے ساتھ پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہوئیں۔

اسی زمانے میں ہم نے کشمیر کی جنگ میں شریک سپیشل گارڈز کے لئے کپڑے بھی سیئے جو ہوائی جہازوں کے ذریعے کشمیر میں گرائے گئے۔ اس وقت کوئی کام حقیر محسوس نہ ہوتا تھا کہ جذبے بر بلند تھے... کاش جذبوں کی وہ رفعت ایک بار پھر لوٹ آئے۔



بیگم نصرت بھٹو، ناصرہ وزیر علی، ناہید قمر اور مسز مشکور احمد ——— گولی چلانے سے پہلے

عورتوں کے خواب بدل رہے ہیں

جب سے عورتوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا ہے اور ہر شعبے میں سرگرم عمل نظر آ رہی ہے اس کا طرز زندگی خوابوں میں جھلکنے لگا ہے مثلاً

کل: عورت کے خواب بند آنکھوں تک محدود ہوتے تھے وہ عموماً خوبصورت اور آراستہ کمروں کے خواب دیکھتی تھی۔

آج: وہ اپنے خوابوں میں بیرونی مناظر دیکھتی ہے۔

کل: عورت کے خواب رومانوی اور جذباتی گفتگو پر مشتمل ہوتے تھے۔

آج: عورت کے خوابوں میں طبعی سرگرمی شامل ہے۔ بلکہ کبھی کبھار جارحیت بھی شامل ہو جاتی ہے۔

کل: عورت خواب میں اکثر خود کو دوسروں کی جارحیت کا شکار پاتی ہے۔

آج: وہ آمادہ پیکار نظر آتی ہے۔ اس میں پیش قدمی کی خصوصیت پیدا ہو گئی ہے۔ عورت کے خواب میں نظر آنے والا کردار اپنا حق جتاتا ہے۔ وہ دوسروں کو ان کے پیشے کے لحاظ سے پہچان لیتی ہے۔ یہ خصوصیت پہلے صرف مردوں کے خوابوں میں تھی۔

کل: عورت کے خواب رومان اور شادیوں کے مناظر پر مشتمل ہوتے تھے۔

آج: عورت خوابوں میں خوابگاہیں دیکھتی ہے۔

کون زیادہ ہنستا ہے؟

فطرتاً لڑکے زیادہ ہنستے ہیں یا لڑکیاں؟ تمام لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکیاں زیادہ کھل کر قہقہہ لگاتی ہیں۔ مگر حال کی تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے حقیقت میں لڑکے بمقابلہ لڑکیوں کے زیادہ ہنستے ہیں اور ان کی ہنسی میں زیادہ برجستگی پائی جاتی ہے۔ برعکس اس کے لڑکیوں کی بے تحاشا ہنسی میں ان کے فطری حجاب کا عنصر مانع ہوتا ہے۔

پیشہ ورانہ تعلیم اور بانجھپن

اس ملک کے اساتذہ کے دل و دماغ پر جو تدریس کا بار پڑتا ہے وہ ان پر ایک غیر معمولی طریق سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر استاد عورت ہے تو وہ بانجھ ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا کسی نے مذاق میں یہ کہا ہے کہ آپ اگر خاندانی منصوبہ بندی کے قائل ہیں تو کسی لیڈی ٹیچر سے شادی کر لیجئے۔

کند ذہن بچے اور ٹیلی ویژن

بچوں پر ٹیلی ویژن دیکھنے کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اعتدال سے زیادہ دیکھا جائے۔ اس ملک کے بچے ۲۳ گھنٹے ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں۔ اتنا وقت تو عمر رسیدہ لوگ بھی ٹیلی ویژن دیکھنے میں نہیں لگاتے۔ ماہرین کے خیال کے مطابق زیادہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے بچے کند ذہن ہو جاتے ہیں۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ٹیلی ویژن دیکھنے میں ذہن پر کوئی تعمیری تاثر نہیں پڑتا جس سے کہ غور و خوض کا مادہ بڑھے۔ نتیجتاً بچہ اور کاہل ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب بچہ کوئی کتاب پڑھتا ہے تو یہ مطالعہ ذہن کو جگا دیتا ہے۔ ایک تو حروف کو ذہن میں جذب کرنا پھر معنویت پر غور کرنا اور آخر کار کوئی نتیجہ اخذ کرنا ایک نہایت موزوں ذہنی ورزش ثابت ہوتی ہے۔

عورت: عورت ایک تصویر کی مانند ہے جو جاہل آدمی کے ہاتھ لگ جائے تو اپنی کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی لیکن صاحب دانش بیش قیمت خیال کرتے ہیں۔ — نپولین

چند ایک عورتیں ہی رونا شروع کر دیں تو ان کے آنسو روکنے سے زیادہ آسان کام سمندر کے طوفان کے آگے بند باندھنا ہے۔ — ملٹن

Saudi travel cheques issued



The new riyal travellers cheque.

THE first Saudi Riyal travellers cheques were issued this week by a company set up by eight of the country's banks.

The Saudi Travellers Cheques Company, which was established with a capital of $7.2 million will work in cooperation with American Express International.

An American Express official in Bahrain, said the travellers cheques will be distributed in Arab and Islamic countries, and can be encashed in all American Express offices and foreign banks which have dealings with the eight founding banks.

The cheques will be in four denominations, 50, 100, 500, and 1,000 compared with the riyal note which has a highest denomination of 100 riyals.

The riyal is the eighth world currency in which American Express has issued travellers cheques.

The cheques will be a boon to pilgrims, of which there are about one million to Saudi Arabia every year.

قلب کی قوت کا علاج

مسروق کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دیکھا ان کے قریب ایک اندھا شخص بیٹھا ہوا تھا اور حضرت عائشہؓ ترنج کا ٹکڑا شہد میں لگا کر اس کو کھلا رہی تھیں، ترنج بڑے لیموں اور چکوترے کو کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ام المومنینؓ! یہ کون ہے؟ فرمایا کہ یہ شخص حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر عتاب کیا تھا۔ ابو نعیم نے یہ حدیث کتاب الطب میں نقل کی ہے۔

اس حدیث کے متعلق شارحین نے لکھا ہے کہ ترنج شہد کے ساتھ نہار منہ کھانا دل اور دماغ کے لئے بہت مفید ہے۔

مسجد نبوی کی توسیع کا کام شروع کر دیا گیا
توسیع کے بعد ساڑھے ۵ لاکھ افراد نماز ادا کر سکیں گے

[illegible]

[illegible]

IMMIGRANT'S AMNESTY HOPES DASHED

Deportation order final

An illegal immigrant, who hoped for amnesty when he surrendered to immigration officials five months ago, will be deported tomorrow.

Avtar Singh Rai, 31, leaves behind his wife and child — they will be deported next week — other family, a steady job and a North York condominium in which he invested $10,000.

A new committee looking at long-term illegal immigrants rejected Rai's case Sept. 15, saying he "isn't a suitable candidate for citizenship" because of his "consistent deception and untruthfulness."

Immigration Minister John Roberts reviewed and approved the decision.

Immigration ministry spokesman Len Westerberg said the new committee has only refused 16 of 96 cases so far, and "unfortunately he's one of the 16.

"I'm prohibited by the Privacy Act from giving any personal information about his case," Westerberg said. "The committee looks at the whole situation, how he's adapted, what family ties he has, is he successfully integrating into Canadian society."

Rai's wife, Darshan Kaur-Rai, 29, and son, Harjinder, 2, are also to be deported possibly sometime next week, the decision indicates.

"We thought with the new bill (creating the committee) we would have a good chance. We told my husband not to hide," said Darshan Rai of Jane St. "In India, once you're married you belong to your husband's family.

"When we go back, we can't rely on my family and all of his family is over here. It's terrible," she said.

The committee told Rai's family that it "felt he would endure no undue hardships in returning to his homeland (the Punjab in India)."

Rai posted a $1,000 bond when he entered Canada in 1975 because of immigration officials' fears that he wouldn't return to India.

He worked steadily at a North York clothing factory since 1977 under an alias, Puran Singh, to avoid deportation.

He was seized by officials in May at the factory.

But Rai's legal adviser, Sukhram Ramkissoon, said Rai qualifies for landed immigrant status because of his steady job, law-abiding record and smooth adaptation to Canadian life, criteria outlined when the committee was created in August.

"This decision is unfair because all illegal migrants have performed some form of deception. That's how they stayed here," said Ramkissoon.

Rai's employer sent a letter praising Rai as a "an exemplary employee" to the immigration committee.

His employer called him "the type of hard-working person that can make a solid contribution to this country."

But Westerberg said, "This case is completed, since the minister has dealt with it. It's closed."



AVTAR Singh Rai, his wife Darshan and son Harjinder must return to India because Avtar does not measure up to standards set by a committee to decide on the status of illegal immigrants to Canada.

PIA airhostesses can now marry

FROM IQBAL MIRZA

KARACHI: A married girl cannot join PIA as an airhostess, but a girl once selected as an airhostess can marry after joining the national carries.

Mr. M. Nawaz Tiwana, Director, Customer Services PIA, explaining the recruitment policy for airhostesses said the airline had to relax the wedlock restrictions to overcome the sociological and morale problems faced by the "flying fair-sex".

"Girls used to get married even when the restrictions existed, but kept it a closely guarded secret," he said. In the process they faced a host of problems. In order to relieve them of mental pressures and unnecessary irritation, the management have "set them free".

They can now marry without the fear of losing their jobs, Mr. Tiwana said.

He said the national carrier faced an agonising problem of the exodus of trained cabin crew and kitchen personnel.

This category of staff is in big demand and are lured away by other carriers who offer much more attractive salaries and other fringe benefits.

PIA has become an easy and profitable recruiting base for outside carriers. This problem would exist as long as airlines around Pakistan continue to grow and expand.

Mr. Tiwana said: "We do not come in their way and allow them quick clearance" to enable them to join the airline of their choice.

It only speaks of the high proficiency and masterly skill of Pakistan boys and girls and equally high standard of training imparted to them by PIA, be it customer services, marketing, engineering or flying.

Christian moot

The annual session of the Pakistan Christian Convention is being held from October 26 to 30 at the Burt Institute Grounds, Railway Colony, Lahore. Eminent speakers from U.K., Jamaica and Pakistan have been invited to speak on the theme "Call for repentence". Special prayers will also be offered for the solidarity of Pakistan and for peace in the world at large.

The Secretary-General, Mr. D.C. John in this connection stated that in the network of the convention programme, allied meetings will also be held in other parts of the city and in other towns of the Province.—

Canadian team to prepare film about Pakistan

A four-member team of the Canadian Broadcasting Corporation (CBA), led by Producer Neville Bold, has reached Pakistan to prepare a documentary film about Pakistan.

The team will tour various cities in this connection.—PPI.

All-rounders contest likely in '84 in Pakistan

KARACHI: A world Championship of cricket all-rounders is expected to be held in Pakistan sometime in March next year.

This was disclosed by Mr. Arif Abbasi, Secretary Board of Control for Cricket in Pakistan (BCCP).

He said in case the championship—the first of its kind—was held in Pakistan, the BCCP would organise it. A UK-based company might sponsor the championship, he added.

Asked to comment on a report that Pakistan had agreed to participate in a one-day tournament on line of World Circket Cup being organised by Victoria Cricket Association in Australia in March 1985, as part of its 105th anniversary celebrations, he said, we have expressed our inability to take part along with New Zealand.

He said while he was in London in June he was approached by the Victoria Cricket Association officials and he told them that since Pakistan and New Zealand would be playing a Test series at that time, it would not be possible to take part in that tournament. Likewise, officials of New Zealand Cricket Board expressed their inability to participate, he added—PPI.

Pakistani coach

Pakistan's former international cager, Maudood Jaffery, stood first in the examination at the end of the coaching course held under the Olympic Solidarity Programme in New Delhi. He obtained 90 per cent marks. The course was attended by coaches from 11 countries in the region.



PROF. SARWAR PASSES AWAY

BY OUR SPECIAL CORRESPONDENT

A veteran journalist, writer and a renowned author, Prof. Mohammad Sarwar, breathed his last the other day in Abu Dhabi where the deceased had gone only recently on a short visit to see his younger son Salman, who is employed there in a foreign aviation company. Currently, Prof. Sarwar was editing the monthly 'Al-Zakat', a publication of the Ministry of Religious Affairs, being brought out by the National Press Trust.

The death of Prof. Sarwar was not the only death in his family on that day. His elder brother Ghulam Haider, who was a retired Post Master, passed away on the same night at about 10.30 p.m. at his Model Town residence after a protracted illness. The timing of Prof. Sarwar's death is also reported to be around 10.30 p.m.

The deceased was an institution in himself. He was 76 but looked much younger and it was reported to be his first heart attack which he could not survive. He hailed from a remote village of Gujrat District and had come to Lahore in pursuit of higher education after his preliminary education in Gujrat. Later, he went to Jamia Millia (Delhi), and joined the teaching staff as a professor. He also attended the Jamia Azhar University where he stayed for three years. On his return, he remained associated with Maulana Ubaidullah Sindhi and other religious luminaries of his time to satiate his desire for acquistion of knowledge. He wrote several books on the movement initiated by Maulana Ubaidullah Sindhi.

Late Prof. Sarwar edited a number of newspapers and journals during his life time. He was one of the first, Editors of the daily Imroze, Lahore. He also brought out later the daily "Afaq" which made a great name under his editorship, first as a weekly and later as a daily. Subsequently, he edited "Bang-e-Haram", Peshawar, and "Al-Rahim", Hyderabad (Sind).

At one time, he served as a Deputy Director of Public Relations. He made a name for himself in literary circles for being a scholar of Arabic, Persian and Urdu. He wrote a number of books.

5 die in Hindu-Muslim clashes in India

Five persons were stabbed to death and four others sustained injuries in the Indian city of Hyderabad during the Hindu-Muslim clashes in the city. Three persons were stabbed on Friday while another was stabbed on Saturday morning. Twenty arrests have been made.

Last week clashes erupted between Hindus and Muslims over the violation of the sanctity of a mosque by the Hindus and later 11 persons were killed in the ensuing clashes.

A Provincial Assembly Member from Hyderabad has urged the Government to call in troops in order to control the situation.—BBC.

40 Sikh leaders held

NEW DELHI: About 40 Sikh leaders were arrested in Punjab as the state Government cracked down on militant Sikhs threatening to stop Government work by a general strike official reports said.

The Government said the arrests had been made as a preventive measure. More arrests are expected in the next two days, sources said. The arrests have been made as the authorities are fearing a fresh round of violence in Punjab over the Sikh demand for more powers and autonomy for their north-western state.

Nearly 100 Sikhs have been killed and thousands arrested in the year-long agitation.—DPA.

2 DEAD, 6 HURT IN BIHAR

TWO students were killed and other six wounded in the Indian state of Bihar when police opened fire on a demonstration outside a police station, says a radio report. According to PTI, the protesters pelted stones at the police station during a demonstration over a bus accident.

Indian mosques: Muslims' plea

NEW DELHI: A deputation of the All-India Muslim Majlis-i-Mushawarat called on the Indian Home Minister, P. C. Sethi, and demanded permission for Muslims to say prayers in mosques declared preserved monuments under the Archaeological Act.

The deputation led by Syed Shahabuddin, Member Parliament, presented to the Home Minister a memorandum addressed to Prime Minister Indira Gandhi.

The memorandum said the ban on saying prayers in various mosques in Delhi and elsewhere in India under the Act had caused unrest among the Muslim community. It called for the appointment of Muslim staff for the upkeep of mosques.—

Britain offers AWACS to India

LONDON: Britain is offering to sell an airborne early warning system to India, using HS-748 which will considerably reduce the costs of the expensive system.—APP